Courtesy www.pdfbooksfree.pk


کی یہ بات اُس کے ذہن میں مسلسل چکّر کاٹ رہی تھی۔

گڑ کا کاروبار تین چار برس سے ایسے عروج پہ جا رہا تھا کہ کامیابی کے احساس نے اُس کے دِل میں ہمیشگی کا گمان پیدا کر دیا تھا۔ اُسے یقین ہو چلا تھا کہ اب یہ کاروبار اتنی رفتار اختیار کر چکا تھا کہ خُود بخود چلتا جائے گا۔ مگر کچھ عرصے سے گل افروز کے علاوہ دُوسرے لوگوں کے ذریعے خبریں موصول ہو رہی تھیں کہ کئی اَور پارٹیوں نے میوے والا گڑ بنانا شروع کر دیا ہے۔ پہلے پہل اعجاز نے اِس پہ کوئی خاص دھیان نہ دیا۔ ایک بار اُس نے خُود منڈی کا چکّر لگایا۔ وہاں پہ آڑھتیوں نے اپنے انداز میں اُس کی تسلی کرا دی تھی۔ "ہمارا تو کام بھی بکتا اَور نام بھی بکتا ہے،" اعجاز نے واپس آ کر کہا تھا۔ "نقل ذرا پیر تو جما کر دیکھیں۔" مگر ایک روز، جب ڈیرے کے دونوں کمرے گڑ کی بوریوں سے بھر گئے اَور نکاس کی کمی کی وجہ سے بیلنا بند کرنا پڑا تو اعجاز گویا یکبارگی ہوش میں آ گیا۔ اُس نے فوراً جا کر منڈی کی خبر لی۔ وہاں گڑ کی بوریوں کے ڈھیر لگے تھے۔ ایک وقت تھا کہ منڈی کے اندر صرف وہ بوریاں دکھائی دیتی تھیں جن پر سبز رنگ کا "اعوان برادرز، شجاع آباد" کا ٹھپہ لگا ہوتا تھا۔ اب متعدد مختلف ٹھپوں والی بوریوں کی قطاریں تھیں۔

"ملک صاب،" آڑھتی نے کہا، "آپ کا مال اب بھی ایک نمبر ہے۔"

"پھر نکاس کیوں نہیں ہو رہا؟" اعجاز نے پُوچھا۔

"اللہ کی اللہ ہی جانے۔ منڈی کا مزاج ہے۔ اِس کا نہ کسی پیر فقیر کو علم ہے نہ کسی نجومی کو۔"

"دوسرے شہروں کو لدان کرو۔"

"وہاں بھی یہی حال ہے۔"

"سچ سچ بتا، کوئی بدمعاشی تو نہیں ہو رہی؟"

"ملک صاب، یہ کیسی بات کرتے ہیں۔ آپ سے ہمارا کوئی آج کا لین دین ہے؟ کوئی اُونچ نیچ ہو تو سب سے پہلے آپ کو خبر کریں گے۔ آخر ہماری روٹی بھی تو یہیں سے چلتی ہے۔ یہ دیکھیں،" آڑھتی نے دکان کے اندر اشارہ کیا، "چھت تک بھری ہُوئی ہے۔ آج سات دِن ہو گئے ہیں، ایک بوری نہیں اُٹھی۔"

"پھر وجہ کیا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


"اللہ کی اللہ ہی جانے۔ شاید لوگوں کے مُنہ کا مزا بدل گیا ہے، یا کوئی اور بات ہے۔ ان باتوں کا علم ہو تو ہم کروڑ پتی نہ ہو جائیں؟ فکر نہ کریں ملک صاب، کوئی موسم ایک جیسا نہیں رہتا۔ یہ دِن بھی بدل جائیں گے۔"

اعجاز وہاں سے سیدھا بنک گیا۔ وہاں سے اَپنے حساب کا تخمینہ لیا تو پتا چلا کہ زمینیں خریدنے کے بعد، اَور سرفراز کی مرضی کے مطابق مکان تیار کرانے کے بعد بھی اتنے پیسے موجود تھے کہ سال کی روٹی بآسانی چل سکتی تھی۔ اعجاز کو صرف ایک ہی فکر تھی، کہ فصل کھڑی کی کھڑی تھی اَور بیلنا بند تھا۔ ابھی اُس کے دماغ میں کوئی نئی تجویز نہ آ رہی تھی۔ اِس دوران میں وہ صرف یونین کی سیاست کے کام میں مصروف تھا۔

اعجاز نے نئی سیاسی پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ اِس پارٹی نے غریبوں، مزدوروں اور ناداروں کی طرفداری کا نعرہ لگا کر اُن کے ضمیر کو بیدار کیا اَور دس برس سے براجمان سابق فوجی صدر کے خلاف تحریک چلا کر اُسے دستبردار ہونے پر مجبور کر دیا تھا۔ اُس نے عنانِ حکومت ایک فوجی جرنیل کے حوالے کر دیا تھا جو آزاد الیکشن کرانے کا وعدہ کر چکا تھا۔ اعجاز کا اعتقاد کہ ٹریڈ یونین موومنٹ، جِس کا بنیادی ڈھانچہ موجود تھا اَور جو کسی حد تک منظم تھی، اِس نئی تحریک کی سرخیل ہو سکتی تھی۔ اَپنی یونین کے علاوہ اُس نے کسانوں، بھٹہ مزدوروں اَور کئی دُوسری تنظیموں سے اَپنے سابقہ روابط استعمال کرنے شُروع کر دیئے تھے۔ اُس کے تخلیقی ذہن اَور فعال کارکردگی کے باعث ٹریڈ یونین تحریک کے اندر اُس کا نام مشہور ہوتا جا رہا تھا اَور اَپنے علاقے کے آس پاس کی مختلف جگہوں سے اُسے جلسوں میں بولنے کی دعوتیں موصول ہونا شُروع ہو گئی تھیں۔ اُسے بتایا گیا کہ اُس کی تقریروں اَور دُوسرے کاموں کی رپورٹیں پارٹی کی اعلیٰ قیادت تک پہنچ رہی تھیں، اَور عین ممکن تھا کہ کسی وقت بھی اُسے پارٹی لیڈرشپ کی جانب سے ملاقات کا بلاوا آ جائے۔ وہ پارٹی کے بانی لیڈر کا دیوانگی کی حد تک شیدائی تھا۔ اعجاز اپنے کاروبار کے مندے سے، جِسے وہ "عارضی رکاوٹ" کا نام دیتا تھا، ذہنی طور پر "چھپ" کر اَپنی ساری اُمیدیں اِس دُوسرے کام پر لگائے ہُوئے تھے۔ اُس کا اعتقاد تھا کہ پارٹی، جو دیکھتے ہی دیکھتے سارے مُلک میں پھیل گئی تھی، الیکشن جیت کر حکومت مَیں آ جائے گی، اَور پھر اُس کے "سارے کام ٹھیک" ہو جائیں گے۔ کِس طرح سے اَور کِس صورت میں ہوں گے، اِس بات کا اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


کے پاس کوئی واضح تصور نہ تھا، اور اپنی چشم پوشی کی حالیہ کیفیت میں وہ اِس مسئلے پر زیادہ سوچنا بھی نہ چاہتا تھا۔ پہلے پہل جب یونین کے سلسلے میں اُسے کچھ اِختیاری پوزیشن حاصل ہُوئی تو اُس کو علم ہوا کہ اکثر اوقات اُسے بے ضابطہ کام، بلکہ کئی ایسے کام جو اخلاق کی حد سے بھی باہر تھے، کرنا پڑتے تھے، اور یہ باتیں اُس کے ضمیر کو ستاتی رہتی تھیں۔ مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اُس کے ذہن کی اُلجھنیں دبتی گئیں۔ اُسے پتا چلا کہ ہر اختیاری رتبے کے ساتھ اُس کے ضروری عوامل بھی شامل ہوتے ہیں جن سے مُنہ موڑنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اِختیار، رتبے، اور خاص طور پہ اِقتدار کی چاہت نے اُس کی رُوح کو ذرا سا داغدار کر دیا تھا، جس کا اُسے فہم بھی تھا مگر جس کی تاویل وہ اپنے آپ سے یوں بیان کرتا تھا کہ یہ وہ قیمت تھی جو بنیادی اصولوں کی خاطر ہر ایک کو کبھی نہ کبھی ادا کرنی پڑتی تھی۔

آخر اسی طرح غل مچاتے ہُوئے خیالات کی یلغار کے بیچ "خالی الذہن" حالت میں بیٹھے رہنے کے بعد اعجاز اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے پھونک سے لیمپ بجھا دیا اور کمرے کے دروازے میں جا کھڑا ہوا۔ چاروں جانب اندھیرا پھیلا تھا۔

"ہماری حکومت،" اعجاز نے دو روز قبل ہی سالار والا کے جلسے میں اپنی تقریر کے اندر کہا تھا، "ہماری حکومت۔۔۔۔" اُس نے تقریر میں اثر پیدا کرنے کے چند گر سیکھ لئے تھے، جن میں خاص خاص الفاظ یا جملوں کو دُہرا تہرا کر بولنا شامل تھا۔ "ہماری حکومت،" اُس نے زور دے کر کہا تھا، "ہر گاؤں میں بجلی مہیا کرے گی۔" سب سے پہلے، اُس نے زیرِلب مسکرا کر سوچا، اِس گاؤں میں آئے گی، اور گلیاں پکی ہوں گی۔ اپنے دِل پہ دُنیاداری کی میل آنے کے باوجود، وہ خُود اپنی لکھی اور جوش میں ادا کی ہوئی تقریر پہ بے کم و کاست یقین کر لیتا تھا۔ یہ اُس کی معصومیت تھی، یا کہ کامیاب خطابت کے ردِ عمل میں لوگوں کی تالیوں کی کشش تھی جس میں وہ مقید تھا، اِن باتوں کا ابھی اُسے فہم نہ تھا۔ وہ تاریک صحن میں کھڑا ابھی سے ذہن کی آنکھ میں اپنا گھر برقی قمقموں سے روشن، اور پکی گلیوں میں کاروں کو دروازے تک آتے ہُوئے دیکھ رہا تھا۔ اِس سیدھے سادھے، صاف ستھرے، مجرد خیال نے اُس کے دماغ سے تمام ملے جلے پیچیدہ اور گنجلک خیالات کو نکال باہر کیا تھا۔ اُس کا دِل ہلکا ہو گیا۔ اُس کی نظر اب تاریکی میں دیکھنے کے قابل ہو گئی تھی۔ وہ جا کر سکینہ کے ساتھ والی چارپائی پہ لیٹ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


وہ اِتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ جب وہ اُٹھا تو سکینہ اُسے جھنجھوڑ کر جگا رہی تھی۔ اعجاز نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

"کیا ہو گیا؟" اُس نے پُوچھا، "ہڑ آ گیا ہے؟"

"ملک جھنگیر آیا ہے،" سکینہ نے بتایا۔ "ایسے بیہوش ہو کر سوتے ہو۔ آوازیں دے دے کر تھک گئی ہُوں۔"

"کہاں ہے؟" اعجاز نے پُوچھا۔

"باہر کمرے میں بیٹھا ہے۔"

"مُجھے پانی دو۔"

سکینہ نے گھڑے سے گلاس بھر کر اعجاز کو دیا جس کو اُس نے غٹاغٹ خالی کر دیا۔ جو چند قطرے گلاس میں بچ رہے اُن سے اُس نے ہاتھ گیلا کر کے مُنہ پر پھیرا اور بستر کی چادر سے چہرہ خشک کر کے اُٹھ کھڑا ہوا۔ صحن میں نِکل کر اُس نے کہا، "سکینہ، ملک صاحب کے لِئے چائے وائے بھیجو۔"

"بنا رہی ہوں،" سکینہ نے باورچی خانے سے جواب دیا۔

کمرے میں ملک جہانگیر اور اُس کے دو کارندے بیٹھے تھے۔ اعجاز اُس سے گلے ملا اور دُوسرے آدمیوں سے ہاتھ ملا کر چارپائی پہ بیٹھ گیا۔

"اعجاز، تم تو یار فجر کے وقت اُٹھنے والے آدمی تھے،" جہانگیر نے کہا۔ "مشہور تھا کہ ملک اعجاز جیسا محنتی آدمی اِس گاؤں میں پیدا نہیں ہوا۔ سُورج سر پر آن پہنچا ہے اور تم سوئے پڑے ہو۔"

"رات کو دیر تک جاگتا رہا،" اعجاز نے کہا۔ "وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔"

"ہاں بھئی، آپ کی مصروفیات کا چرچا دُور دُور تک ہے۔ اب تو اخبار میں آپ کی تصویریں آتی ہیں۔"

"اچھا؟" کِس اخبار میں؟"

"بدامی باغ کی "عوام" میں کل دیکھی تھی۔ تم تقریر کر رہے تھے۔"

"ہاں۔ میں نے تصویر نہیں دیکھی، مگر پرسوں ہمارا وہاں جلسہ تھا۔"

"بالکل اپنے نام نہاد لیڈر کی طرح باہیں پھیلا کر تقریر کر رہے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


"نام نہاد تو نہیں، پکا پکا لیڈر ہے جناب۔"

"تماشا گیر ہے، ملک اعجاز، کیا بات کرتے ہو۔ سب بالغ نظر لوگوں کو علم ہے کہ تماشا لگاتا ہے۔"

"اُس کے جلسوں کا حال سنا؟"

"واہ وا، بڑے بھاری جلسے ہو رہے ہیں۔ مگر تمہیں پتا ہے لوگ کیا دیکھنے جاتے ہیں؟ لوگ عورتوں کے ڈانس دیکھنے جاتے ہیں۔ جب ووٹ پڑیں گے تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے گا۔"

"یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے بھائی جہانگیر۔ آپ بھی یہاں ہیں، ہم بھی یہیں پر ہیں۔ پتا چل جائے گا۔"

"خیر چھوڑ اِن باتوں کو۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم سب کو تمہارے اُوپر فخر ہے۔ تم نے خُوب دُنیا کمائی ہے۔ مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے، سب کچھ آنکھوں کے سامنے ہے۔ سرفراز قابل نکلا، فوج کا افسر ہو گیا ہے۔ سچی بات ہے، اللہ نے چاچے یعقوب کے خاندان کو بڑے رنگ لگائے ہیں۔ اَور دو سال میں تیرے اَپنے دونوں جوان ہو کر تیرے بازو بن جائیں گے۔ کھانے کو بڑا کچھ ہے۔ اَور آدمی کو کیا چاہئے۔ مگر میں آج تیرے ساتھ کسی اَور معاملے پر لڑائی کرنے کے لِئے آیا ہُوں۔"

"کیا معاملہ ہے بھائی جہانگیر؟" اعجاز نے پُوچھا۔

"تو نے رتبہ رسوخ پیدا کر لیا ہے، مگر اَپنی برادری کو بھول گیا ہے۔"

"کیا بات کرتے ہو بھائی جہانگیر۔ میں ہر معاملے پر برادری کے ساتھ چلنے والا آدمی ہُوں۔"

"پھر اِسی لِئے میرے مقابلے پر کمی کو کھڑا کر دیا ہے؟"

اعجاز کو کھٹک چکی تھی کہ جہانگیر جلد یا بدیر اِس موضوع پر آئے گا۔ "یہ تو پارٹی کا معاملہ ہے بھائی۔ میرا اِس میں کوئی عمل دخل نہیں۔"

"کیوں نہیں؟ تمہاری پوزیشن کوئی کم ہے؟ تم چاہو تو ہر طرح سے پریشر ڈال سکتے ہو۔"

"ملک صاحب، اب میں کیسے آپ کو یقین دلاؤں، میری پوزیشن اِتنی ہی ہوتی تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



میں اپنے لئے ٹکٹ کی کوشش نہ کرتا؟ میں تو ایک چھوٹا سا پرزہ ہوں۔"

"تجھے یاد ہے؟" جہانگیر بولا، "میں نے ہی تجھے نصیحت کی تھی کہ آپوزیشن میں اپنے پیر مضبوط کرو، تاکہ جو دھڑا بھی جیتے ہماری اُنگلی اندر ہی رہے۔"

"ٹھیک ہے،" اعجاز آہستہ سے بولا۔ "میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا۔"

"درست۔ مگر میرا مطلب یہ نہیں تھا کہ پیر پکے کرنے کے بعد تم اپنی برادری کو چھوڑ کر گجروں اور رائیوں کے ساتھ جا کر مل جاؤ۔ آج تو نے ایک کمی کو میرے مقابلے پر کھڑا کر دیا ہے۔ یہ میرے لئے ہی نہیں، تیرے لئے بھی مرمٹنے کا مقام ہے۔"

"ملک صاحب،" اعجاز نے، "آپ کو اچھی طرح علم ہے کہ میرا کام ٹریڈ یونینوں میں ہے۔ پارٹی کے ساتھ میرا تعلق اِسی حد تک ہے کہ ٹریڈ یونین کا پارٹی سے قدرتی الحاق ہے۔ ورنہ میری حیثیت ایک عام ممبر کی ہے۔ جہاں تک مزدوروں کا تعلق ہے، آپ کو پتا ہی ہے کہ مل کے معاملے میں ایک دو بار میرا زور چلتا تھا، وہ میں نے چلا دیا تھا۔"

"تم نے جو مدد کی تھی اُس سے میں کب اِنکاری ہوں۔ ہم تو سب خوش ہیں کہ کاروبار میں ترقی کرنے کے باوجود تم غریبوں مزدوروں میں اُٹھتے بیٹھتے ہو۔ ہم سب کا فائدہ ہے۔ مگر اب تو عزت کا معاملہ ہے بھائی۔ تم آخر مزدوروں کے علاوہ بھی اپنی پارٹی کے حق میں بولتے ہو۔ تمہارا تعلق واسطہ دُوسروں سے بھی ہے۔"

"کبھی کبھار کوئی کسانوں یا ٹیچروں کی تنظیم کے پُرانے واقف مہمان کے طور پر بلا لیتے ہیں تو چلا جاتا ہوں۔ میرے پاس اِتنا وقت ہی کہاں ہے۔"

"تو ٹھیک ہے۔ دو پھیرے میرے حلقے میں بھی لگا سکتے ہو۔ تم جہاں مرضی ہو جا کر اپنی پارٹی کے حق میں تقریریں کرو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ مگر میرے حلقے میں آ کر تو میری طرفداری کرو۔"

"یعنی؟" اعجاز نے رُک کر پُوچھا۔

"بھئی دو تقریریں میرے حق میں بھی کر جاؤ۔ کچھ برادری کو پتا چلے کہ ہم،" جہانگیر نے مٹھی کس کر ہوا میں اُٹھائی، "آپس میں اس طرح ہیں۔ ساتھ ہی دشمنوں کو بھی خبر ہو جائے۔"

"آپ کے،" اعجاز کوشش کر کے بولا، "حق میں کیسے بول سکتا ہوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کیوں نہیں؟ سیاست میں بھائی بھائی کو چھوڑ تو نہیں جاتا۔"

اعجاز کچھ دیر تک اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اپنے آپ پہ قابو پا کر بولا، "آپ ہی نے پہلے میری ہمت بڑھائی کہ ایسا کرو اور ویسا کرو، اپنی پوزیشن مضبوط کرو وغیرہ وغیرہ۔ اب آپ کہہ رہے ہیں کہ اپنی پوزیشن سے غداری کروں؟ یعنی اب آپ یہ بدنامی میرے نام لگانا چاہتے ہیں؟ کیا کرایا سب غرق؟"

اعجاز کے تیور دیکھ کر جہانگیر ہنسنے لگا۔ "تم تو میری بات کو اُلٹی طرف لے گئے۔ یہ بے عزتی کی نہیں عزت کی بات ہے۔ تیری میری عزت ہم سب کی عزت۔ تیری میری بے عزتی، ہم سب کی بے عزتی۔"

جہانگیر کے منشی نے، جو اب تک خاموش بیٹھا تھا، کھنکار کر گلا صاف کیا۔ "بات تو ملک جی غلط نہیں کر رہے،" وہ جہانگیر کو مخاطب کر کے بولا، "ان کی پوزیشن بہت بڑی ہے۔ میرے ناچیز خیال میں تو اِس مسئلے کا سیدھا حل ہے۔ جس کمی نے جرأت کی ہے کہ آپ کے حلقے میں اپنے لئے زمین ہموار کرتا پھرے، اُس کو اپنا مان پورا کر لینے دیں۔ اس کی ضمانت ضبط ہو گی تو آنکھیں کھل جائیں گی۔ پھر ہم جانیں اور وہ۔ ابھی اُس کو کھلا چھوڑ دیں۔ بعد میں ہم اُسے دیکھ لیں گے۔ دُوسری طرف اُس کی پارٹی کا پول بھی کھل جائے گا، اور ملک اعجاز کی پوزیشن بھی صاف رہے گی۔"

منشی نے بات ختم کی تو جہانگیر نے اعجاز کی جانب دیکھا۔ اعجاز منشی کو دیکھ رہا تھا۔ اب منشی نے ترپ کا پتہ پھینکا۔ "البتہ ملک اعجاز اِتنا تو کر سکتا ہے کہ ہماری حمایت میں نہ بولے تو اُس کمی کی حمایت میں بھی کچھ نہ کہے۔"

"ٹھیک ہے،" جہانگیر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "مجھے منظور ہے۔ یہ میدان اور یہ کوہ۔ الیکشنوں کی کیا بات ہے اعجاز، زندگی اِسی کھیل میں گزری ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ مخالفوں سے ڈر کے میں تیرے پاس آیا ہوں۔ فتح اور شکست اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ میں تو صرف اِس لئے چل کر آیا ہوں کہ اپنوں کی مار دِل کو زخمی کر دیتی ہے۔ بس اتنی بات ہے۔"

اعجاز اُن دونوں سے مُنہ پھیر کر دروازے سے باہر دیکھنے لگا۔ اُس کی خاموشی کو دیکھ کر جہانگیر مطمئن ہو گیا۔ صحن میں دھوپ پھیل رہی تھی جس میں مرغیاں پر پھُلا پھُلا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



کردانہ چگ رہی تھیں۔ اعجاز کے مزدور کا بیٹا جو گھر میں کام کرتا تھا، چائے کا طشتر اُٹھائے اندر داخل ہوا۔ پیچھے پیچھے حسن ایک پلیٹ میں رس اَور دُوسری میں اُبلے ہُوئے انڈے لئے آیا۔

"تکلّف کی کیا ضرورت تھی،" جہانگیر بولا۔ "کوئی پرایا گھر ہے؟"

مگر منشی اَور دُوسرا آدمی دیہاتیوں کی سی بے تکلفی سے اُبلے ہُوئے انڈے زمین پہ ٹھوک ٹھوک کر توڑنے لگے۔ اعجاز نے چائے پیالیوں میں اُنڈیل کر سب کو پیش کی۔ منشی اَور اُس کے ساتھی نے پہلے رس بھگو بھگو کر کھائے، پھر گرم گرم چائے پِرچوں میں اُنڈیل کر پینے لگے۔ کچھ دیر تک کمرے میں صرف اُن کی سُڑکیوں کی آواز آتی رہی۔

"یار اعجاز، ایک بات کی مجھے سمجھ نہیں آتی،" جہانگیر نے ایک گھونٹ کے بعد پیالی میز پر رکھتے ہُوئے کہا۔ "تُم اُپنے لیڈر پر اِتنے فریفتہ کیوں ہو؟"

اعجاز نے ایک لحظہ سوچ کر جواب دیا۔ "بھائی جہانگیر تمہیں اِس بات کی سمجھ نہیں آئے گی۔"

"کیوں؟"

"اِس کی سمجھ صرف غریبوں کو آتی ہے۔"

"جہانگیر قہقہہ لگا کر ہنسا۔ "کیا تم واقعی اعتقاد رکھتے ہو کہ ایک بہت بڑا جاگیردار غریبوں کا ہمدرد ہو سکتا ہے؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟"

"اگر وہ ہو سکتا ہے تو میں بھی ہو سکتا ہُوں۔ تقریر ہی کرنی ہے ناء۔ میں بھی اُٹھ کے کہہ دیتا ہوں غریبوں کا حق غریبوں کو دو۔"

"صرف بولنے کی بات نہیں۔ عمل کی بات ہے۔"

"ٹھیک،" جہانگیر نے طنز سے کہا۔ "تو جناب عمل کیا ہے؟ بے حیائی؟"

"کیا مطلب؟"

"عورتوں کو آزادی دے کر سٹیج پر نچوانا بے حیائی نہیں تو اَور کیا ہے؟ کیا یہ ہی ان کا عمل ہے؟ عمل تو ہوتا ہے کہ مُنہ کھولنے سے پہلے بندہ اَپنی جیب کھولے۔ کیا اُس نے اپنی جاگیر مزارعوں میں تقسیم کی ہے؟ صرف لباس تبدیل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



جہانگیر جواب طلب نظروں سے اعجاز کو دیکھتا رہا۔ اعجاز سامنے بیٹھے ہوئے دو آدمیوں کے سروں کے اُوپر دیوار پر نظریں جمائے بیٹھا رہا۔ اُس کی آنکھوں میں سوچ اَور بے خیالی کی ملی جلی کیفیت تھی۔ پھر وہ اچانک سر موڑ کر جہانگیر سے بولا۔

"آپ کے اِن سوالوں کا جواب میرے پاس نہیں ہے۔ مگر ایک چھوٹی سی بات ہے، شاید اس کی سمجھ آپ کو آ جائے۔"

"بتاؤ کیا ہے؟"

"آپ نے کبھی بادشاہ دیکھے ہیں؟"

"نہیں۔ نواب وغیرہ دیکھے ہیں۔ یا بچپن میں انگریز افسر دیکھے تھے۔"

"یہ بتاؤ کہ جب لوگ اُن کی شان میں نعرے لگاتے ہیں اَور تالیاں بجاتے ہیں، تو وہ آگے سے کیا کرتے ہیں؟"

"جہانگیر کے فہم میں بات نہ بیٹھ رہی تھی۔ "کرتے کیا ہیں، ہاتھ اُٹھا کر جواب دیتے ہیں۔"

"ٹھی ی ی ک!" اعجاز نے اُسی طنز کے لہجے میں کہا، "ایک ذرا سا ہاتھ اُٹھا کر اپنی رعایا کو جواب دیتے ہیں۔ مگر 'میرے' لیڈر کے لِئے جب لوگ تالیاں بجاتے ہیں تو وہ ایک ہاتھ کی اُنگلیاں ہِلا کر جواب نہیں دیتا۔ وہ دونوں ہاتھ بلند کر کے جوڑتا ہے اَور لوگوں کے ساتھ مل کر تالیاں بجاتا ہے۔"

"یہی تو تماشاگیری ہے۔ اِس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" جہانگیر نے ہنس کر پوچھا۔

"اِس سے لوگوں کو پتا چلتا ہے کہ کوئی حاکم نہیں اَور کوئی رعایا نہیں۔ سب ایک جیسے ہیں۔"

"یہ تو اُس وقت پتا چلے گا جب وہ حاکم بنے گا۔"

"ٹھیک ہے، بعد کی بات ہے، خُدا معلوم کیا ہو گا۔ مگر اِس وقت،" اعجاز نے انگلی ہوا میں ہِلا کر کہا، "اُس نے ایک کام کیا ہے۔"

"وہ کیا؟"

"اُس نے غریب لوگوں کو تالیاں بجانا سکھایا ہے۔"

جہانگیر کی آنکھیں ایک لمحے کے لِئے گویا ٹھٹک کر پھیل گئیں۔ پھر فوراً وہ اُٹھ کھڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


ہوا۔ "اِن باتوں سے کیا ہوتا ہے میاں۔ چلو چھوڑو۔ اب اجازت دو۔"

اعجاز بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ بڑی بات ہے ملک جہانگیر۔" اعجاز نے کہا۔

وہ کمرے سے نِکل کر باہر کو چلے تو جہانگیر نے کہا، "بڑی ہے یا چھوٹی ہے، میں تو ایک بات سمجھتا ہوں اعجاز۔ ہماری عزت، تمہاری عزت، سب ایک ہے۔ اللہ سے دعا کرو کہ عزت تمہاری بھی رہ جائے اَور اپنی بھی رہ جائے۔ باقی خیر ہے۔"

"ابھی ٹکٹوں کا بھی فیصلہ نہیں ہوا بھائی جہانگیر،" اعجاز نے کہا۔ "اتنی جلدی کِس بات کی ہے؟"

"تمہاری پارٹی کے لیڈر میرے حلقے میں آ کر اُس کی حمایت میں تقریر کیوں کر رہے ہیں؟ اندر خانے سب فیصلے ہو گئے ہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ ٹکٹ گجر کو ہی ملے گا۔"

وہ گھر کے دروازے پہ کھڑے تھے کہ حسن اندر سے آیا۔ "بی بی کہتی ہے کھانا کھا کر جائیں۔ مرغی ذبح کی ہے۔"

"بی بی کو میرا سلام دو،" جہانگیر بچے کے سَر پہ ہاتھ رکھ کر بولا۔ "کہو اگلی دفعہ کھائیں گے۔ آج ضروری کام سے جانا ہے،" اُس نے ہاتھ سے بچے کی ٹھوڑی اُوپر اُٹھا کر گال پر تھپکی دی۔ "میرا حصہ تم کھا لینا۔ ٹھیک ہے ناء؟" وہ ہنس کر بولا۔

جہانگیر اعجاز سے گلے مل کر رُخصت ہوا۔

"کیا کرنے آیا تھا؟ سکینہ نے پُوچھا۔

"الیکشن کے بارے میں بات کرنے آیا تھا۔"

"مدد امداد کی نوہ پر آیا ہو گا۔"

"ہاں۔"

"سنا ہے سراج گجر اُس کے مقابلے پر کھڑے ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔"

"تجھے کِس نے بتایا ہے؟"

"سرداراں دائی کی بہن نُور پُور کے گجروں کی دائی ہے، اُس نے ذکر کیا تھا۔ تم تو جھنگیر کی مدد ہی کرو گے۔"

اعجاز چارپائی پہ سیدھا لیٹا چھت کو گھورتا رہا۔

"تمہارا دماغ کدھر اُڑتا رہتا ہے؟" سکینہ نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


"ہیں؟"

"میں نے کہا تم تو ملک جھنگیر کی مدد اِمداد ہی کرو گے ناء۔"

"سراج گجر کو بھی میں جانتا ہُوں۔ بُرا آدمی نہیں۔ آزاد منش ہے۔ غریب پرور ہے۔ لوگوں کے کام کرتا ہے۔"

"گجروں کے ساتھ ہمارا نہ کوئی لین نہ دین۔ خوشی غمی میں برادری ہی ساتھ اُٹھتی بیٹھتی ہے۔ جھنگیر کا تمہارے اُوپر حق بنتا ہے۔"

اعجاز اِس گفتگو سے اُکتاتا جا رہا تھا کہ سکینہ نے کہا، "فصل کھڑی ہے، بیلنا بند ہے۔ تھوڑی بھی نہیں، سوا مربعے کی فصل ہے۔ آخر ڈنگروں کو تو نہیں کھلانی۔ جھنگیر اپنی مِل کے لئے خوشی سے خرید لے گا۔"

"اِس بات نے اعجاز کو سوچنے پر مجبور کر دیا، مگر وہ خاموش رہا۔

"کوئی ہاں یا نہ کرو، چپ کا روزہ رکھ کر لیٹ گئے ہو۔"

"ٹھیک ہے، نہ جہانگیر کی مدد کروں گا نہ گجر کی۔"

"میں تو کہتی ہوں جھنگیر کا ساتھ دو۔ کبھی اَپنے فائدے کی بات بھی سوچ لیا کرو۔"

اعجاز کا جی چاہ رہا تھا کہ سکینہ اِس قصے کو ختم کرے۔ "تو نے واقعی مرغی ذبح کرائی ہے؟" اُس نے پُوچھا۔

"ہاں۔ تتری کل شام سے سُست نظر آ رہی تھی۔ میں نے کہا اِس سے پہلے کہ دیر ہو جائے۔۔۔۔ یاد ہے پچھلی سردیوں میں چاچے گامے کا سارا ٹبر بخار سے لیٹ گیا تھا؟ پیچھے خبر نکلی کہ بیمار مرغی ذبح کر کے کھائی تھی۔"

"تیرا بیڑا ترے۔ تو ایسے کام کیوں کرتی ہے؟"

"تتری بیمار کہاں تھی، بس ذرا سُست تھی۔ ایسی چمکتی ہُوئی گلابی بوٹی تھی۔ دیکھو،" اُس نے ڈوئی ہانڈی میں ڈبو کر ایک بوٹی اُٹھائی، "یہ کوئی بیمار ہے؟ بیمار بوٹی تو سینک لگتے ہی کالی سیاہ ہو جاتی ہے۔"

"تو کسی دِن ہم سب کو مروائے گی۔" اعجاز نے کہا اَور کروٹ بدل لی۔ لیٹے لیٹے اُس کی آنکھ لگ گئی۔ جب وہ جاگا تو دوپہر ہو چکی تھی۔

"دو آدمی آئے بیٹھے ہیں،" سکینہ نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"کون ہیں؟"

"شہر سے تمہیں بلانے آئے ہیں۔"

"روٹی پکا دو۔ جہانگیر نے سارا دِن غرق کر دیا ہے۔ آج مجھے بڑے کام کرنے تھے۔" اعجاز دو آدمیوں سے ملنے کے بعد کھانا کھانے بیٹھ گیا اور سالن سے لگا لگا کر روٹی کھانے لگا۔ جب کھا چکا تو سکینہ پلیٹ کو دیکھ کر بولی۔

"بوٹیاں کیوں نہیں کھائیں؟"

"پوری گلابی نہیں تھیں،" اعجاز ہنس کر بولا۔

سکینہ نے اُسی پلیٹ سے ایک بوٹی اُٹھائی اور دانتوں سے کاٹ کر کھانے لگی۔

"آج شاید مجھے دیر ہو جائے،" اعجاز نے کہا۔

سکینہ نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ اعجاز اُن دو آدمیوں کے ہمراہ گھر سے نکل گیا۔

گرمیوں کا موسم آنا جانا تھا، مگر پھر بھی دِن کے اِس گھنٹے لوگ دو چار بار دروازے سے جھانکنے کے بعد، دھوپ کے چلن دیکھ کر، نہائے دھوئے، ہلکے ہلکے قدم رکھتے ہوئے باہر نکلتے تھے۔ مگر آج کا سماں ہی مختلف تھا۔ نہ کسی کو موسم کی فکر تھی نہ گرد کی، اور نہ ہی سفید کپڑوں کی بردباری کا خیال تھا۔ موچی دروازے کے میدان میں کھوے سے کھوا چھلنے کی مثال صادق آتی تھی۔ لوگوں کے گرد آلود چہروں پہ پسینے کے قطرے لکیریں بنا رہے تھے مگر اُنہیں پونچھنے کی فرصت کسی کو نہ تھی۔ لاکھوں کا یہ مجمع بازو اُوپر اٹھائے، تالیاں بجاتا ہوا نعرے پہ نعرہ لگا رہا تھا۔ فضا میں ہزارہا آوازوں کی مجموعی ہیبت پھیلی تھی۔ یہ لوگ اپنے محبوب لیڈر کو دیکھنے آئے تھے جسے ایک فوجی ڈکٹیٹر نے جیل میں ڈال دیا تھا، اور جب وہ ڈِکٹیٹر دستبردار ہوا تو دوسرے فوجی ڈکٹیٹر نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ رہا ہونے کے بعد اُن کا لیڈر پہلی بار اِس شہر میں آیا تھا اور لوگ، غریب اور نادار لوگ اُسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


دیکھنے کو، اُس کی آواز سننے کو گلیوں، محلوں، جھگیوں اور بازاروں سے اُمڈ پڑے تھے۔ اُس نے نہ پینٹ کوٹ اور ٹائی لگا رکھی تھی، نہ شیروانی اور جناح کیپ پہنی ہوئی تھی۔ ملیشئے کے رنگ کی معمولی شلوار قمیض اُس کے زیب تن تھی اور پاؤں میں چپلی تھی۔ اُس کی قمیض کے کف کھلے تھے، اور جب وہ بازو اُوپر اُٹھاتا تو آستینیں کہنیوں تک ڈھلک جاتیں اور باہیں ننگی ہو جاتیں۔ غریب لوگوں کے اِس جم غفیر کے سامنے سٹیج پر کھڑا ہوا وہ ایک غریب آدمی نظر آ رہا تھا۔

"میرے بال چند مہینوں میں سفید ہو گئے ہیں،" وہ کہہ رہا تھا۔ "یہ دھوپ میں سفید نہیں ہوئے۔ جیل میں دھوپ نہیں آتی۔۔۔۔" مجمعے سے تالیوں کا شور اُٹھا۔ "میرے بال اِس وجہ سے سفید ہُوئے ہیں کہ میں سوچتا رہا ہُوں۔ اگر میرے اندر غیرت ہے تو میں کیا کروں؟"

اِس جُملے پر ہجوم اُچھل پڑا۔ تالیوں اور نعروں کا شور زمین سے آسمان تک جا پہنچا۔ یوں معلوم ہوتا جیسے اِس کھلبلاتے ہُوئے مجمعے کی رُوح تڑپ اُٹھی ہو۔ کئی منٹ تک مسلسل "زندہ باد" اور "جیوے ای جیوے" کے نعرے بلند ہوتے رہے۔ اِس شخص کا ہاتھ اِس حد تک غریب عوام کی نبض پر تھا کہ اِس جملے کے اندر دفن ایک لفظ "غیرت" کو استعمال کر کے اُس نے اِن لوگوں کو عزت نفس مہیا کر دی تھی۔ اُس نے ابھی ان لوگوں کو کچھ بھی نہ دیا تھا، مگر مذہبی رہنماؤں سے ایک تخیل مستعار لے کر اُنہیں ایک دُنیاوی جنت کا نقشہ دکھایا تھا، جس میں اُنہیں عزت بھی ملے گی اور دولت بھی۔ اور غریب لوگ، جن کی زندگیاں صرف اُمید کی نااُمیدی پہ بسر ہوتی ہیں، جی توڑ کر اُس پر فریفتہ ہو گئے تھے۔ مگر اِس لیڈر کے پاس صرف یہی کچھ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مال و عزت کی کشش کے ساتھ ساتھ خوش وقتی کا سامان بھی ایک ملے جلے مجمعے کی ضرورت تھا۔

"ایک شخص ہے شیر علی،" وہ کہہ رہا تھا۔ "اُسے نوابزادہ شیر علی کہتے ہیں۔ اُس کو حکومت نے میری جگہ پر وزیر خارجہ مقرر کیا ہے۔ اس شخص کو خارجہ پالیسی کا کیا علم ہے؟"

"کوئی علم نہیں۔۔۔۔" مجمع دھاڑا۔

"چل شیر علی،" لیڈر نے انگلی ہوا میں اُٹھائی، پھر جھٹکے سے گرائی، "نیچے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



اُتر۔۔۔۔ چل او شیرو، نیچے اُتر۔"

مجمع قہقہے لگا رہا تھا۔ تالیوں، نعروں اور قہقہوں کے شور میں لیڈر اور ہجوم انگلیاں ہلا ہلا کر دُہرا رہے تھے، چل او شیرو، نیچے اُتر۔۔۔۔ چل او شیرو، نیچے اُتر۔"

اگلے روز اخباروں میں سرخیاں لگی تھیں: "میرے اندر غیرت ہے تو میں کیا کروں؟"

اعجاز اپنے دفتر میں میز پر اخبار پھیلائے بیٹھا تھا۔ منظور ایک تصویر پر انگلی رکھے کھڑا تھا۔ "یہ آپ کا ہاتھ ہے ملک جی،" پھر وہ اِرد گرد کھڑے آٹھ دس لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا، "یہ ملک اعجاز کا ہاتھ ہے، دیکھ رہے ہیں؟" آٹھ دس سر تصویر کے اُوپر جھک کر دیکھنے لگے۔ "میں اِن کے ساتھ کھڑا تھا۔ تصویر میں پیچھے چھپ گیا ہوں۔ ہے ناء ملک جی؟"

اعجاز کے چہرے پہ مسرت کی سرخی پھیلی تھی۔ وہ طمانیت کے ایسے احساس سے پھیل کر بیٹھا تھا کہ کرسی اُس کے وجود کے لیے ناکافی دکھائی دے رہی تھی۔ اُس نے مسکرا کر آہستہ سے سر ہلایا۔ جلسے کو بارہ چودہ گھنٹے ہو چکے تھے مگر منظور ابھی تک ہیجانی کیفیت میں تھا، جس میں اخباری رپورٹوں اور تصویروں نے اضافہ کر دیا تھا۔ وہ پھر بولا، "ملک جی، آپ نے دیکھا، صاحب تقریر کے دوران بار بار آپ کی طرف ہاتھ بڑھا کر بات کر رہے تھے؟" اعجاز کی طرف سے کوئی جواب نہ پا کر وہ دُوسرے لوگوں سے مخاطب ہوا، "ہاں ہاں، ملک صاحب تو سٹیج کے سامنے کھڑے تھے۔ یہ دیکھو، یہ سٹیج ہے،" اُس نے اُنگلی رکھ کر دکھایا، "اور یہ ملک جی کھڑے ہیں، بالکل آگے۔ بس دو چار ہی گز کا فاصلہ ہے۔"

"صاف نظر نہیں آتا،" ایک شخص شکی لہجے میں ہولے سے بولا۔

"اوئے فضلے، تجھے تو عینک لگنی چاہئے،" منظور جوش سے بولا، "اندھے کو بھی نظر آ رہا ہے کہ یہ ملک اعجاز کھڑا ہے۔ میں بالکل ساتھ کھڑا تھا۔ تصویر کا اینگل غلط ہونے سے میں پیچھے چھپ گیا ہوں، ورنہ میری بھی شکل یہاں آ جاتی۔ میں نے صاف دیکھا کہ صاحب ملک جی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ رہے تھے، اپنے حقوق کے لئے جنگ کرو، جدوجہد جاری رکھو، ہمت نہ ہارو۔ کیوں ملک جی؟"

"سٹیج پر تو چوہدری ارشد کی طرح کا کوئی بندہ بیٹھا ہوا دکھائی دیتا ہے،" ایک دُوسرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


آدمی تصویر پر اُنگلی رکھ کر بولا۔

"ہونہہ!" منظور نے حلق سے حقارت بھری آواز نکالی۔ "سارا شہر جانتا ہے چوہدری شدّا چمچہ ہے۔ جب کام کرنے کا موقعہ آتا ہے تو کہتا ہے میں بمار ہو گیا ہوں، ٹانگ میں موچ آ گئی ہے، چلا نہیں جاتا، گھر میں گھس کر بیٹھ جاتا ہے۔ جب جلسہ ہوتا ہے تو ٹپوسی مار کر سٹیج پر چڑھ جاتا ہے۔ چمچہ نہیں مہاچمچہ ہے۔ شاہدرے والوں کو بھی اب اُس کا پتا چل گیا ہے۔ دیکھ لینا اِس دفعہ اپنی یونین کے الیکشن میں بھی ہار جائے گا۔"

"ناں ناں، منظور،" اعجاز صبر سے بولا، "دوسری تنظیموں کے بارے میں ایسی باتیں نہیں کرتے۔ ہم سب بھائی بھائی ہیں۔"

"ملک جی آپ خفا ہوں یا راضی، مگر سچی بات ہے، کوئی مینجمنٹ کا چمچہ ہمارا بھائی نہیں ہو سکتا۔ یہی لوگ ہیں جو تحریک کو تباہ کرتے ہیں۔ اس کے اسسٹنٹ توکّل شاہ نے خُود مجھ سے کہا ہے کہ اِس دفعہ چوہدری شدے کا کوئی چانس نہیں، یہ منافق ہے،" پھر وہ دوسروں کی طرف دیکھ کر بولا، "سارا کام تو ہم نے کیا ہے، جتنے بندے ہم لے کر گئے ہیں کوئی لے کر نہیں گیا۔ پندرہ دِن ہو گئے ہیں، خُدا گواہ ہے میں نے پلک پر پلک نہیں رکھی۔ قائد اگر کہے تو اللہ کی قسم جان ہتھیلی پر رکھ کر پیش کر دوں۔ مگر جب موقع آتا ہے تو یہ چمچے سلوار پر لہو لگا کر شہیدوں میں نام لکھوا لیتے ہیں۔"

"اِن باتوں سے کچھ نہیں ہوتا بھئی،" اعجاز نے کہا، "سب کو پتا چل جاتا ہے کِس نے کام کیا ہے، کِس نے نہیں کیا۔ چھوڑ اِن قصوں کو، چل۔" اعجاز اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے احتیاط سے اخبار سمیٹ کر تہہ کیا اور اُسے اُٹھا کر دروازے کی طرف چل پڑا۔ "آ،" وہ منظور سے بولا۔

دفتر کے ساتھ اعجاز کے دوست فوٹوگرافر کی دکان تھی۔ اعجاز اور منظور اُس میں داخل ہو کر فوٹوگرافر سے دعا سلام لیتے ہُوئے اُس کے پچھلے کمرے میں جا بیٹھے جو عموماً خالی رہتا تھا۔ اُس نیم اندھیرے کمرے میں ایک میز اور دو کرسیاں رکھی تھیں، اور ایک طرف کو دیوار کے ساتھ بان کی ننگی چارپائی بچھی تھی۔ منظور چارپائی پر اور اعجاز اُس کے سامنے کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"منظور،" اعجاز مخاطب ہوا، "تجھے میرے ساتھ کام کرتے ہو کتنا عرصہ گزرا ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


غیر متوقع سوال سن کر منظور ایک لحظے کو رُکا، پھر بولا، "یہی کوئی سال ڈیڑھ سال۔"

"اِس سے پہلے تُو کیا کرتا تھا؟"

"یہی محنت مزدوری کرتا تھا، آپ کو پتا ہی ہے۔"

"میں نے تجھے محنت مزدوری کرنے کے لِئے تو اَپنے ساتھ نہیں لگایا تھا نا۔"

"منظور کو کوئی جواب نہ سُوجھا تو چارپائی پر سمٹ کر بیٹھ گیا۔ پھر بولا، "ہیں جی؟"

"اوئے میں نے تجھے دو جماعتاں پڑھا ہوا آدمی سمجھ کر کچھ سیکھنے سکھانے کے لئے اَپنے ساتھ لگایا تھا۔ تو نے ڈیڑھ سال میں کیا سیکھا ہے؟"

"ملک جی،" منظور مزید سمٹتا ہوا بولا، "میں جو کچھ بھی ہوں آپ کی خاص مہربانی سے یہاں تک پہنچا ہُوں۔ آپ کا احسان زندگی بھر----"

"اُوں ہوں،" اعجاز نے نفی میں سر ہلا کر کہا، "احسان و حسان کو چھوڑ۔ تو نے مجھ سے کچھ بھی نہیں سیکھا۔ میں بہت مایوس ہوا ہُوں۔"

منظور نے کچھ نہ سمجھتے ہُوئے آنکھیں نیچی کرلی۔ اب وہ سمٹا سمٹا تا ہوا چارپائی کے کنارے پر گچھا مچھا بنا بیٹھا تھا، اِس طرح کہ کندھے سکڑے ہوئے، کہنیاں گود میں گڑی ہوئی اَور ٹانگیں ایک دُوسری کے گِرد لپٹی ہُوئی تھیں۔

"تو اَیرا وغیرا لوگوں کے ساتھ وقت گنواتا رہتا ہے،" اعجاز نے کہا، "جن سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ اب الیکشن آ رہے ہیں۔ ہمارا کام اَپنے حلقے کی رکھوالی کرنا ہے۔ یہ لیبر یونین سے اُوپر کا کام ہے۔ یہ سیاست کا وقت ہے۔"

"جی بالکل ہے،" منظور بولا۔

"آصف شاہ کا نام سنا ہے؟" اعجاز نے پُوچھا۔

"بالکل سنا ہے جی، اَپنے حلقے کی پارٹی کا آدمی ہے۔"

"اور نصیر شیخ؟"

"وہ بھی حلقے کی پارٹی کا بندہ ہے۔"

"تجھے پتا ہے کہ اِن دونوں کے درمیان ٹکٹ حاصل کرنے کی دوڑ لگی ہُوئی ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


"افوائیں تو سنی ہیں۔"

"اور ہمیں آج تک اِن میں سے کسی نے پُوچھا ہے؟"

"جی نہیں۔"

"ٹھیک۔ ہم تو کسی گنتی میں ہی نہیں ہیں۔ ہم کو تو اپنی یونین کانگریس کے دفتروں سے ہدایات وصول ہوتی ہیں، یہ کرو، وہ کرو، یہ نہ کرو، وہ نہ کرو۔ ٹھیک؟"

"جی بالکل درست۔"

"یہ پارٹی کے لوگ کہتے ہیں ان کا عوام کے ساتھ رابطہ ہے۔ میں جانتا ہوں کہ رابطہ وابطہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ اپنے اپنے حواریوں کے ساتھ دفتروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ قائد کی مقبولیت کے عوض اِن کو ووٹ مل جائیں گے۔ اگر کوئی تنظیم ہے تو صرف ہماری ہے۔ ہماری تو عمر گزر گئی ہے تحریک کو منظم کرتے ہوئے۔"

"بالکل درست فرمایا۔ آپ کی تو عمر گزر گئی ہے۔۔۔۔"

"تو پھر کیا ہم ایک طرف لگ کر کھڑے رہیں اور دُوسرے ہماری محنت کا پھل کھاتے رہیں؟"

"نہیں ملک جی، یہ تو ناانصافی ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"ہو کیوں نہیں سکتا۔ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ دیکھ جھورے، میں تجھے سیاست کی ایک رمز سمجھاتا ہوں۔ سیاست میں انصاف یا ناانصافی نام کی کوئی شے نہیں ہوتی۔ صرف یہ" اعجاز نے اُنگلی سے اپنا ماتھا ٹھونکا "کام کرتا ہے۔ دماغ کام کرے تو صحیح وقت پہ صحیح عمل کرنے سے کامیابی ہوتی ہے، ورنہ ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑتا ہے۔ اگر آپ ناکام ہو جاتے ہیں تو اِس میں کسی دُوسرے کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ آپ کا اپنا قصور ہوتا ہے۔"

"یا حالات کا" منظور نے جرأت کر کے کہا۔

"اوئے بیوقوف، حالات کو آدمی خُود بناتا ہے۔ اب حلقے کی پارٹی کو ہی دیکھو۔ کیا حالات ہیں؟ دو آدمی سربراہ بنے ہُوئے ہیں، کشمکش چل رہی ہے۔ ہمیں کوئی پُوچھتا نہیں۔ اِن حالات میں ہمارا کیا کام ہونا چاہئے؟"

منظور چند لمحے تک آنکھیں کھولے اعجاز کو دیکھتا رہا، پھر گویا آہستہ آہستہ اُس کے فہم میں یہ رمز داخل ہونے لگی۔ اُس کی آنکھیں جو کچھ دیر کو دھند لا گئی تھیں، چمکنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


لگیں۔ اُس کے ہاتھ اَور پیر کھلنے لگے۔ اُس نے ہاتھوں کو آپس میں گوندھنا چھوڑ کر اُنہیں چارپائی پہ رکھا، کہنیاں باہر کو نکالیں، کنارے سے کھسک کر بان پر نشست کی، اَور بولا۔

"ہمارا کام یہ ہونا چاہئے کہ ان دونوں کو الگ الگ شاباشاباکہتے رہیں، دونوں کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے رہیں، جب اُن کے ووٹ تقسیم ہو کر طاقت کمزور ہو جائے گی تو پھر اپنی ضرورت لے کر ہمارے پاس آئیں گے، کیونکہ ہمارے اندر بھی شیخ برادری اَور سیدوں کے ووٹ ہیں، اُن کو اپنے ہاتھ میں رکھیں اَور وقت آنے پر استعمال کریں۔" اعجاز نے منہ سے بات کی نہ ہاں یا نہ میں سر ہلایا، بس ہلکی سی مسکراہٹ لیے منظور کو دیکھتا رہا۔ منظور کو پتا چل گیا کہ اُس کی بات کو اعجاز کی رضامندی حاصل ہو گئی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کا حلیہ بدلنے لگا۔ اُس نے ٹانگیں کھول دیں، ہاتھ مزید پھیلائے اَور چارپائی پہ نیم دراز ہو گیا۔ تفخر کے مارے اُس کے سر میں مہین سی لرزش پیدا ہو رہی تھی اَور نظریں اعجاز پہ گڑی تھی۔ "ٹکٹ تو جس کو ملتا ہے ملتا رہے گا" وہ بولا "پہلے لڑ کر تو مریں۔ ہمارے دست نگر ہوں گے۔"

اعجاز ہنس کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ "تم تو بڑے بڑے لفظ بولنے لگے ہو۔" اس نے اخبار کو ایک اَور تہہ دے کر جیب میں رکھا۔ "میں تو گھر چلا۔ تو دفتر جا کے بیٹھ۔"

دوپہر کا وقت تھا۔ سکینہ کی آنکھیں دروازے پہ لگی تھیں۔ جیسے ہی اعجاز نے قدم رکھا، وہ بولی۔

"گل افروز آیا تھا، کہتا تھا کماد کو کیڑا پکڑ گیا ہے۔"

"ہاں،" اعجاز چارپائی پہ بیٹھتے ہوئے بولا، "دیکھ کر آیا ہوں۔ کوئی نقصان نہیں ہوا۔ کل دوائی چھڑک دیں گے، قابو میں آ جائے گا۔"

"جلسہ تو رات کو ختم ہو گیا تھا۔ ساری رات کہاں پر رہے؟"

"ورکروں کے ساتھ مصروفیت رہی۔ بڑا بھاری جلسہ تھا۔ یہ تو دیکھ۔" اعجاز نے جیب سے اخبار نکال کر چارپائی پہ پھیلا دیا۔ سکینہ آ کر اُس پہ جھک گئی۔

"کیا ہے؟" وہ جھکے جھکے بولی۔

"پڑھ بعد میں لینا۔ تو آدھے گھنٹے میں ایک سطر پڑھتی ہے۔ پہلے یہ تصویر دیکھ۔"

"یہ تمہارے جلسے کی تصویر ہے؟" سکینہ نے حیرت سے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk



"اَور کیا؟ ذرا سَر نیچے کر اَور نظر پہ زور ڈال،" اعجاز نے تصویر پہ ایک جگہ اُنگلی رکھ کر کہا۔ "دیکھ یہ بھلا کون ہے۔"

سکینہ کی نزدیک کی نظر کمزور تھی۔ وہ چہرے کو تصویر کے قریب لا کر دیکھنے لگی۔

"کون ہے؟"

"اب تو پہچاننا بھی چھوڑ گئی ہے؟ تجھے عینک نہ لگوا دوں؟ یہ میں کھڑا ہوں۔"

"اچھا آ؟" سکینہ کئی لمحوں تک غور سے دیکھتی رہی، پھر سَر اُٹھا کر مایوسی سے بولی، "مجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ مہین مہین نقطوں کی طرح آدمیوں کے مُنہ ہیں۔ پکی بات ہے کہ یہ تمہاری تصویر ہے؟"

"ہاں ہاں،" اعجاز نے کہا۔ اُس کے لہجے میں ہلکی سی بے یقینی کی جھلک تھی۔ "سب لوگوں نے دیکھی ہے۔ سب یہی کہتے ہیں۔ میں اِسی جگہ پر تو کھڑا تھا۔ یہ ہمارے قائد ہیں، اَور یہ میں ہُوں۔ چل چھوڑ۔ تجھے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔"

اعجاز اُٹھ کر غسل خانے میں نہانے کے لِئے چلا گیا۔ غسل کے بعد وہ اندر بیٹھا روٹی کھا رہا تھا کہ سکینہ نے پھر ذکر چھیڑ دیا۔

"بیس کِلّے، خالی پڑے ہیں۔ تمہیں اَپنے جلسوں اجلاسوں سے فرصت نہیں ملتی۔ اللہ کا حکم ہے کہ اُس کی زمین سے خوراک حاصل کرو۔ زمین خالی رکھنے سے گناہ ہوتا ہے۔"

"تجھے کِس نے بتایا ہے؟"

"بیوی جی نے۔"

"تیری بیوی جی بھی اَن پڑھ اَور اُس کا خاوند مولوی بھی اَن پڑھ۔ اُنہیں تو میرے خیال میں نماز بھی پُوری نہیں آتی۔"

"ہائے توبہ توبہ کر۔ اَیسے کلمے بولتے ہو تو مجھے خوف آتا ہے۔ مَیں کہتی ہوں شاید اِسی لِئے لڑکوں کے نتیجے ٹھیک نہیں آ رہے۔"

"لڑکوں کے نتیجے اِس لِئے ٹھیک نہیں آ رہے کہ پڑھتے نہیں، کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔ اللہ کی مرضی کا اِس میں کوئی دخل نہیں۔ ذرا الیکشن نِکل لینے دو، پھر دیکھو میں کیسے انہیں قابو کرتا ہُوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk


"کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں زمین ٹھیکے پر ہی دے دو۔ تمہارے پاس وقت نہیں تو کسی اَور کو محنت کرنے دو۔ اُس کا فائدہ ہو، ہمیں بھی فائدہ دے۔ ابا اشارہ دے چکا ہے۔ اُس کے حوالے ہی کر دو۔"

"چاچے کے بس کا کام نہیں۔ اس کی عمر گزُر چکی ہے۔ وہ اکیلی جان دو مرّبعے نہیں سنبھال سکتا۔ بس الیکشن گزُرنے کے دیر ہے۔ گیہوں ذرا پچھیتری ہو جائے گی، مگر کیا فرق پڑتا ہے۔ فکر نہ کر۔ تیس کِلّے کماد کھڑا ہے۔"

سکینہ نے چند لحظے توقف کیا، پھر وہ ہمت کر کے بولی، "میں نے گل افروز کو ملک جھنگیر کے پاس بھیجا ہے۔"

"ہیں،" اعجاز چونک پڑا۔ "کیوں؟"

"تیس کِلّے گنا کھڑا کھڑا برباد تو نہیں کرنا۔ تم کل جاؤ گے تو پرسوں آؤ گے۔ دوائی چھڑکتے چھڑکتے کھڑے فصل کو کیڑا کھا جائے گا۔"

"کوئی کیڑا ویڑا نہیں ہے۔ گل افروز کو گڑ بنانا آتا ہے، فصل کا اُسے کیا پتا؟ دو چار گنوں کے مُنڈھ کالے ہو گئے تو سمجھا کہ کیڑا لگ گیا ہے۔ تجھے بھی پتا ہے کہ نیچی جگہ پر چار دِن پانی رُک جائے تو منڈھ کالے ہو جاتے ہیں۔ میں نے ساری فصل دیکھی ہے۔ ٹھیک ٹھاک ہے۔"

"بیلنا بند پڑا ہے، گزُ کی بولی کب لگے گی، کچھ پتا نہیں۔ مَیں نے گل افروز کے ہاتھ جھنگیر کو مل کے لِئے فصل اُٹھانے کا پیغام بھیجا ہے۔"

"اعجاز دِل میں سکینہ کی دلیل کا قائل ہو چکا تھا۔ مگر پھر بھی ہار ماننا نہ چاہتا تھا۔ "تو نے بڑے پر پرزے نکالنے شرُوع کر دیئے ہیں،" وہ بولا۔

"پر پرزے تو تم نکال رہے ہو۔ پر گھر میں اَور پرزہ شہر میں۔ پیچھے کسی کو تو کام کرنا ہی ہے۔ مجُھ سے بربادی نہیں دیکھی جاتی۔"

"واہ بھئی واہ،" اعجاز آہستہ سے ہنس کر بولا۔ "پر گھر میں اَور پرزہ شہر میں۔ خُدا کا شکُر ہے کہ تو تین جماعتیں ہی پڑھی ہُوئی ہے۔ دو اَور پڑھ جاتی تو نمبرداری کا حق مانگنے لگتی۔"

"تین نہیں، چار،" سکینہ بولی۔